بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

'زہق الباطل' کے بعد 'جاء الحق' کب ہوگا؟

۱۸/ اگست ۲۰۰۸ء پاکستان کے کروڑوں دین پسند، محبّ ِوطن اور باطل دشمن افراد کے لئے زھق الباطل کی نوید لے کر آیا۔ یہی وہ مبارک اور تاریخ ساز دن تھا جب پوری دنیا کے اَربوں مسلمانوں نے ٹیلی ویژن پر براہِ راست (دو بجنے سے صرف دو منٹ پہلے) جنرل پرویز مشرف کی زبان سے صدارت سے مستعفی ہونے کا اعلان سنا۔ بالآخر ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو ایک نادیدنی اور ہنگامی صورتِ حال میں پاکستان کی مسندِ اقتدار پر ایک آسیب کی طرح مسلط ہونے والا کج فہم، شیخی باز، شقی القلب، سیکولر اور اِلحاد پسند، جمہوریت شکن، فوجی ڈکٹیٹر منظر سے غائب ہوگیا اور ایسا غائب ہوا ہے کہ ہفتوں گذر جانے کے باوجود پاکستانی ستم رسیدہ قوم اس کی شکل دیکھنے اور آواز سننے کی اذیت سے اب تک محفوظ ہے اور ان شاء اللہ اس عافیت کوشی کا تسلسل قائم رہے گا۔

یہ سنتِ الٰہی ہے کہ قوموں کو ان کے گناہوں کی سزا ظالم حکمرانوں کی صورت میں دی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے پرویز مشرف کا آٹھ سال، دس ماہ اور ۶ دنوں پر محیط دور اہل پاکستان کے لئے ایک عذابِ الٰہی سے کم نہ تھا۔ اپنی پالیسیوں اور ان کے نتائج کے اعتبار سے یہ ایک سیاہ ترین دور تھا جس کے بھیانک اثرات ایک طویل عرصے تک محسوس کئے جائیں گے۔ پاکستان کے سیاسی، سماجی اور معاشی منظر پر وحشت و بربریت، ناآسودگی، غارت گری، دین سوزی، بے حیائی اور اِفلاس کے ایسے تاریک بادل چھا گئے ہیں کہ آفتابِ حق کا چہرہ نظر آنے کا دور دور تک امکان دکھائی نہیں دیتا۔

پاکستان کی تاریخ میں اس سے پہلے بھی بعض طالع آزما جرنیلوں نے اقتدار پر قبضہ کیا تھا، ان سے نفرت کرنے والے بھی بہت تھے، مگر جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف پاکستان کی سڑکوں، بازاروں اور گلیوں میں جس طرح عوامی نفرت اور غیظ و غضب کے مناظر دیکھنے میں آئے، اس کی مثال نہیں ملتی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس قدر گالیاں کھانے کے بعد جس قدر ضد اور ڈھٹائی سے اس آخری ڈکٹیٹر نے اقتدار کے ڈولتے سنگھاسن پر پنجے گاڑے رکھے، یہ بھی اسی کا حوصلہ تھا۔

اس کی الوداعی تقریر کے آخری جملے سننے والے تھے۔ اس نے اداکاری کرتے ہوئے یہ آخری تاثر دینے کی کوشش کی کہ وہ مستعفی ہوکر اس قوم پر احسانِ عظیم فرما رہے ہیں۔ ایسے موقعوں پر کہا جاتا ہے کہ ؎ گر مجھ پر احسان نہ کرتے تو یہ احسان ہوتا!!

سچی بات یہ ہے کہ عہدِ مشرف کا تصور ہی حد درجہ کربناک ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس کا تذکرہ نوکِ قلم سے نہیں بلکہ خونِ دل سے تحریر کیا جائے، تب بھی شاید مذمت اور ابطالِ باطل کا حق ادا نہ ہوسکے۔ خارجہ پالیسی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو پاک دھرتی کا سینہ خون سے لتھڑا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ عظیم دھرتی جس پر بھارتی بزدلوں نے ۱۹۶۵ء میں قدم رکھنے کی کوشش کی تھی تو اس کے بہادر بیٹوں نے اپنی جانیں وار کر اس کی عصمت کی چادر میلی نہ ہونے دی تھی۔ آج اس دھرتی پر امریکی فوجیوں کے بوٹوں کی دھمک کان پھاڑے جاتی ہے، مگر قوم بے بس ہے۔ ۹/۱۱ کے بعد سرزمین پاک کو امریکی جنگی جہازوں کی پروازوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا۔ نتیجتاً پاکستان سے ۵۷ ہزار امریکی پروازیں افغانستان کے نہتے اور کمزور مسلمانوں پر بمباری کرنے کے لئے اُڑائی گئیں۔ ابھی یہ ۴؍ستمبر ۲۰۰۴ء ہی کی بات ہے کہ رات کی تاریکی میں دو امریکی ہیلی کاپٹر شمالی وزیرستان میں انگور اڈّہ پر بمباری کرکے چلے گئے۔ اخباری رپورٹ کے مطابق امریکی فوجی ہیلی کاپٹر سے اُتر کر چن چن کر بیگناہ شہریوں کو گولیوں کا نشانہ بناتے رہے۔ آئے دن پاکستان کے سرحدی علاقوں کی آبادیوں پر میزائل سے حملے ہو رہے ہیں، مگر ان کو روکنے والا کوئی نہیں۔ یہ سب مشرف کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہی تو ہے کہ آج پاکستان کی خود مختاری Sovereignth کو امریکی جی بھر کر پامال کر رہے ہیں۔ حکومتِ پاکستان بے بس ہے اور عوام خون کے آنسو رو رہے ہیں۔

جنرل پرویز مشرف اپنے بہادر ہونے کا مصنوعی اشتہار دینے کا عادی تھا۔ اس نے شائستگی اور سارے پارلیمانی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پاکستان کی پارلیمنٹ میں مکا لہرا دیا تھا مگر ۹/۱۱ کے بعد امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ادنیٰ درجے کے اہل کار رچرڈ باؤچر کے ایک فون کی تاب نہ لاتے ہوئے امریکی جارح افواج کو ہر طرح کی سہولتیں دینے کی حامی بھرلی اور اس سلسلے میں پارلیمنٹ یا دیگر شرکائے اقتدار سے مشاورت بھی ضروری نہ سمجھی۔

۹/۱۱ کے ذمہ داروں کا آج تک تعین نہیں ہوسکا، خود امریکہ میں متعدد ایسی رپورٹیں شائع ہوچکی ہیں جن میں قرار دیا گیا ہے کہ القاعدہ میں اتنا بڑا کام کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ فرض

کیجئے یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ ان ۱۹ نوجوانوں کی کارگزاری تھی جن کے نام امریکیوں نے مشتہر کئے، تب بھی اس بات کا عسکری یا اخلاقی جواز نہیں بنتا کہ ایک آزاد اور خود مختار مسلمان ملک پر جدید ہولناک بموں اور ہتھیاروں سے کارپٹ بمباری کرتے ہوئے اس کی آبادیوں اور ہنستے بستے شہروں کو کھنڈرات میں بدل دیا جائے۔ اس کے لاکھوں بے گناہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا وحشیانہ اقدام اُٹھایا جائے اور اس ملک پر باقاعدہ فوجی قبضہ کرلیا جائے۔ افغانستان تو ایک مسلمان اور ہمسایہ ملک ہے، اگر امریکہ مسلمانوں کے بدترین دشمن یہود و ہنود کے خلاف بھی ایسی ظالمانہ کارروائی کرے تب بھی اسلام اس کی حمایت کی اجازت نہیں دیتا۔ چہ جائیکہ کہ ایک مسلمان ملک کا سربراہ بے حد غلامانہ انداز میں اپنے کندھے جارح افواج کے لئے پیش کردے اور اس نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اس کا دست و بازو بن جائے۔ ہمارا ضمیر ہمیں سونے نہیں دیتا کہ افغانستان کے لاکھوں مسلمانوں کے خلاف دورِ حاضر کی بدترین ریاستی دہشت گردی اور وحشیانہ جارحیت میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت امریکہ کے ایک اہم فرنٹ لائن پارٹنر کا کردار ادا کرتی رہی ہے۔ اور اس طرح جنرل پرویز مشرف نے اسلامی اُخوت کے تصور پر کاری ضرب لگائی اور مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔

اقوامِ عالم کی تاریخ پڑھ جائیے۔ پوری انسانی تاریخ میں ریاستی سطح پر آپ کو یہ پالیسی کہیں پڑھنے کو نہیں ملے گی کہ کسی حکمران نے اپنے ملک کے باشندوں کو پکڑ پکڑ کر دشمن کے حوالے کیا ہو اور اس کی قیمت بھی وصول کی ہو۔ یہ سیاہ بختی بھی پرویز مشرف کے نامۂ اعمال میں لکھی گئی تھی کہ اس نے ہزاروں پاکستانیوں کو دہشت گرد قرار دے کر گرفتار کرایا اور اسے امریکہ کے حوالے کردیا جو گوانتاناموبے جیل کے جہنم زار میں انسانیت سوز مظالم کا شکار ہیں۔ اس بے غیرتی میں سفارتی آداب بھی فراموش کردیئے گئے اور پاکستان میں افغانستان کے سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کو بھی امریکی فوج کے حوالہ کردیا گیا۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ اس بہیمانہ فعل پر شرمسار ہونے کی بجائے پرویز مشرف نے اپنی کتاب میں بڑے غلامانہ فخر کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حکومت پاکستان نے چھ سو سے زیادہ افراد کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا اور ہر قیدی کے بدلے پانچ ہزار ڈالر وصول کئے۔ پاکستان جیسی عظیم اسلامی ریاست کا صدر اخلاقی پستی میں اس قدر گر سکتا ہے، اس کا تصور ہی روح فرسا ہے!!

تفو برتو اے چرخ گرداں تفو

اور پھر اُس روح و بدن کو لرزا دینے والے واقعہ کا ذکر دل گرفتگی اور حزن کے بغیر کیونکر کیا

جاسکتا ہے۔ ۱۰/جولائی ۲۰۰۷ء پاکستان کی تاریخ کا المناک ترین دن تھا جب لال مسجد کو شہید کیا گیا اور جامعہ حفصہ کی ہزاروں معصوم بچیوں کے جسموں کو فاسفورس کے بموں سے تحلیل کردیا گیا۔ اسلام کی ان مقدس بیٹیوں کے جسموں کے ٹکڑے دیر تک ساتھ بہتے گندے نالے سے ملتے رہے۔ قرآنِ مجید کے صفحات بھی اسی ناپاک مقام میں جا بجا بکھرے نظر آئے۔ صحافیوں نے بتایا کہ ان معصوم طالبات کے جسموں کے لوتھڑے اور بوٹیاں ٹرکوں میں لاد کر کھوٹہ اور کلر کہار کے قریب برساتی نالوں اور کھائیوں میں پھینک دیئے گئے تھے۔ غازی عبدالرشید شہید اور ان کے ساتھی آخری لمحات میں لال مسجد چھوڑنے کو تیار ہوگئے تھے۔ مصدقہ اطلاع کے مطابق معاہدہ طے ہوگیا تھا مگر اس درندہ صفت اور شقی القلب حکمران کی جھوٹی اَنا کی تسکین اور امریکی خوشنودی کے حصول کی غلامانہ خواہش کے سامنے کسی کی نہ چل سکی۔ بعض وفاقی وزیر ٹیلیویژن پر بے بسی سے روتے دکھائی دیئے۔ ظلم و بربریت کی تاریخ دہرائی گئی اور پانچ روز سے پانی پر گزارا کرنے والے فاقہ کش اور پناہ گزیں مسلمانوں اور معصوم بچیوں کو اس قدر بھی ظالموں نے رحم کے قابل نہ سمجھا کہ ان کی لاشوں کو صحیح سلامت ان کے ورثا کے حوالے کردیتے۔ اُنہیں ریزہ ریزہ کردیا گیا۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان جیسے ظالم حکمرانوں کی اَرواح بھی شاید معصوم بچیوں کے اس بہیمانہ قتل عام پر تڑپ اُٹھیں، مگر ایوانِ صدر پر قابض حکمران کو ذرا بھر رحم نہ آیا۔ پورا پاکستان سوگوار تھا، درودیوار ماتم کناں تھے، پاکستانی قوم پر سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی، مگر یہ وحشی، یہ سفاک اور شقی القلب جو کل تک اس مملکتِ خداداد کے سیاہ وسفید کا مالک تھا، اُس کا ضمیر......؟ وہ تو مرچکا تھا۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو پورے ایک سال کے بعد ۷/جولائی ۲۰۰۸ء کو کراچی میں تاجروں سے خطاب کرتے ہوئے وہ یہ کبھی نہ کہتا کہ میں ان فوجیوں کو سلام کرتا ہوں جنہوں نے جامعہ حفصہ کا آپریشن کیا۔ اگر لال مسجد کو ختم نہ کیا جاتا تو پورے پاکستان میں ایسی مساجد بن جاتیں۔ ایسے شخص کی اس سفاکانہ ذہنیت پر انسانیت نوحہ کرتی رہے گی اور یہ اس دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت کا استعارہ بنے رہے گا۔

یہ محض سوے اتفاق نہیں کہ اب تک پاکستان کے جتنے بھی صدور یا چیف آف دی آرمی سٹاف گذرے ہیں، ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے پرویز مشرف کسی کے پاسنگ میں بھی نہیں۔ شاید ہی کسی جرنیل کے جثے پر وردی اتنی بدنما لگتی ہو، مگر اُسے اس وردی پر بہت گھمنڈ تھا،

وہ اسے اپنی کھال کہتا تھا۔ ۹ رمارچ ۲۰۰۷ء بھی پاکستانیوں کو ہمیشہ یاد رہے گا جب پرویز مشرف نے وردی میں ملبوس ہوکر پاکستان کے چیف جسٹس محمد افتخار چوہدری سے جی ایچ کیو میں استعفیٰ طلب کیا۔ اس نے رعب ڈالنے کے لئے دو تین جرنیل بھی پاس بٹھا رکھے تھے۔ مگر اس دن پاکستان کے چیف جسٹس نے انکار کرکے ایک بدخو ڈکٹیٹر کا غرور خاک میں ملا دیا۔ جسٹس افتخار چوہدری کا حرفِ انکار آمریت کے بھونڈے چہرے پر ایک طمانچے سے کم نہ تھا۔ آمر کو اس جسارت کی توقع نہ تھی۔ وہ چیف جسٹس کو اس جسارت کا مزہ چکھانے پر تل گیا، اُسے اور اس کے بچوں کو ان کے گھر میں قید کردیا گیا۔ اُنہیں ذلیل کرنے کی ہر صورت آزمائی گئی، بے گناہ بچوں کو سکول جانے سے روک دیا گیا۔ ان کی گھر کے اندر بھی نقل وحرکت بس ایک کمرے تک محدود تھی، وہ کچن تک نہیں آسکتے تھے، پہرہ داروں کا غول خوف مسلط کرنے کی غرض سے ایستادہ کردیا گیا، ملاقاتیں اور فون پر رابطے یکسر منقطع کردیئے گئے۔ مگر بد دماغ آمر یہ بات بھول گیا کہ اللہ جسے چاہتا ہے، عزت یا ذلت عطا کرتا ہے۔ اُسے یاد نہ رہا کہ عزت اور اعزاز کا تعلق وردی یا کرسی سے نہیں ہے، یہ خدا کی عطا ہے جسے وہ عطا کردے۔ بالآخر اللہ نے جسٹس افتخار چوہدری کو 'قومی افتخار' کی علامت بنا دیا، اس کو پاکستانی قوم نے وہ عزت، احترام اور دلی محبت دی جس کا تصور ہی محال ہے۔ بے چہرہ آمر کے مقدر میں ذلت لکھ دی گئی۔ وکلا اور سول سوسائٹی کے ہزاروں کارکن میدان میں نکلے اور آمر پر وہ تھوتھو کی کہ جس کا بیان بے سود ہے، سب جانتے ہیں، اُسے کن کن 'القابات' سے نوازا گیا۔ حیرت تو یہ ہے کہ سابق فوجیوں کی تنظیم 'ایکس سروس مین سوسائٹی' کے صدر نے یہاں تک کہہ دیا کہ پرویز مشرف باؤلا جانور ہے، اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جانا چاہئے جیسا کہ ایک باؤلے جانور کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اخبارات نے بھی اس کا یہ بیان چھاپ دیا۔ یہ خدا کی طرف سے ذلت ونکبت تھی جو اس 'کھال پوش' آمر کے مقدر میں لکھ دی گئی۔

میں نہیں جانتا کہ حالیہ تاریخ میں کوئی ایک بھی دوسرا حکمران ہے جسے اپنی قوم کی طرف سے اس قدر نفرت اور تحقیر کا نشانہ بنایا گیا ہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پرویز مشرف بڑے آہنی اعصاب کا مالک ہے، ورنہ کوئی اور ہوتا تو کب کا مرچکا ہوتا۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر یہ ضد اور ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کے جذبات پیدا کردیئے تاکہ اسے طویل عرصہ تک یوں ذلیل کرواکر اس ظالم اور شقی القلب حکمران کو لوگوں کے لئے نشانۂ عبرت بنادے۔ مشہور ارشادِ ربانی ہے کہ ''اللہ عزوجل جسے چاہتا ہے، عزت عطا کرتا اور جسے چاہتا ذلیل ورسوا کردیتا

ہے۔ خیر کی کنجیاں اس کے پاس ہیں اور وہ ہر شے پر قدرتِ کاملہ رکھتا ہے۔'' (آل عمران:۲۶)

۲۰؍جولائی ۲۰۰۷ء کو سپریم کورٹ کے فل بنچ نے، جس کی صدارت جسٹس خلیل الرحمن رمدے کررہے تھے، غیر فعال چیف جسٹس افتخار چوہدری صاحب کو ایک متفقہ فیصلے کے ذریعے بحال کردیا۔ سپریم کورٹ کے فاضل جج صاحبان باوردی صدر کے سامنے قانون کی بالادستی اور عدلیہ کے وقار کو بلند رکھنے کا عزم کئے ہوئے تھے۔قوم نے ان کے اس جراتمندانہ اور تاریخ ساز فیصلہ کو بے حد سراہا۔فوجی آمر کو اپنا مستقبل ڈانواں ڈول نظر آنے لگا۔ اب وہ بے چین رہنے لگا کہ کس طرح قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں سے اپنے آپ کو آئندہ پانچ سال کے لئے صدر منتخب کرالے۔ آئینی ماہرین کا خیال تھا کہ یہ اسمبلیاں جن کی مدت ختم ہورہی تھی، جنرل پرویز مشرف کو دوبارہ صدر منتخب کرنے کا اختیار نہیں رکھتی تھیں۔ اُدھر وردی اُتار دینے کا مطالبہ بھی شدت اختیار کرگیا، اس معاملے میں جنرل صاحب کے بیرونی دوستوں کا دباؤ بھی کم نہ تھا۔ عوامی مطالبے کے علیٰ الرغم جنرل پرویز مشرف نے صدارتی انتخابات کا اعلان کردیا۔ سپریم کورٹ میں اُس کی اہلیت کو چیلنج کردیا گیا کہ آیا وہ تیسری بار صدارتی انتخاب کے لئے آئین کی رو سے امیدوار ہو بھی سکتا ہے یا نہیں؟ سپریم کورٹ میں رِٹ پٹیشن کی سماعت کے دوران لگ رہا تھا کہ اس دفعہ عدلیہ میرٹ پر فیصلہ دے گی۔ ۲۰؍جولائی والے فیصلے نے ہی ظاہر کردیا تھا کہ اب یہ ماضی کی 'نظریۂ ضرورت' کی رعایت رکھنے والی عدلیہ نہیں ہے۔فوجی آمر کیس کی پیش رفت پر عقابی نگاہیں رکھے ہوئے تھا، وہ اپنے 'قانونی ماہرین' سے مشورے کے بعد آگے بڑھ کر اقدام کرنے کا بندوبست کرچکا تھا۔ نجانے کس ذریعے سے اُسے بھنک پڑی کہ سات ججوں پر مشتمل سپریم کورٹ کا فاضل بنچ اُس کے خلاف فیصلہ دینے کے لئے ذہن بنا چکا ہے۔ کمانڈو صدر نے ایک دن کی بھی تاخیر گوارا نہ کی اور ۲؍نومبر ۲۰۰۷ء کو ایمرجنسی لگادی۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور اس بنچ کو معزول کردیا۔

عدالتِ عظمیٰ اور عدالت ہائے عالیہ کے جج صاحبان سے تقاضا کیا گیا کہ وہ پی سی او کے تحت نیا حلف اٹھائیں۔ انکار کرنے والے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ۶۰ جج صاحبان کو گھر بھیج دیا گیا۔ ایک فوجی آمر نے اپنی نااہلی کے فیصلے کے خوف سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کو دوسری مرتبہ توڑا اور دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کی اتنی کثیر تعداد کو گھر بھیجنے کا انتہائی اِقدام اٹھا کر بدترین رسوائی مول لی۔ اس کے باوجود موصوف کو جب

مؤاخذے کا سامنا کرنا پڑا تو اپنی آخری تقریر میں من جملہ دیگر بے بنیاد دعووں کے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس نے ہر فیصلہ محض قومی مفاد کے لئے کیا، اپنی ذات کے لئے نہیں۔ حیرت ہے کہ یہ بات قوم اور پوری دنیا کے سامنے کہتے ہوئے اُسے یہ خیال بھی نہ آیا کہ اس کی اس بات کی بڑی آسانی سے تردید کی جاسکتی ہے۔ اگرچہ وہ خود اس بات کا اعتراف کر چکا تھا کہ ۲ نومبر کا اس کا اقدام ماورائے آئین تھا۔ اسکے باوجود اپنی آخری تقریر میں بڑے دھڑلے سے پرویز مشرف نے کہا کہ اس نے کوئی ایسا Misconduct نہیں کیا کہ جس کی بنیاد پر اس کا مؤاخذہ کیا جائے۔ گویا آئین کی دھجیاں بکھیرنا اُس کے نزدیک بازیچۂ اطفال تھا۔ کیا کوئی شخص بقائم ہوش و حواس ایسی باتیں کرسکتا ہے؟ کیا صدارت پر فائز کسی شخص کو اس طرح کی باتیں زیب دیتی ہیں؟

۱۷/ اگست ۲۰۰۸ء کے اخبارات نے رپورٹ کیا کہ حکمران اتحاد نے جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف چارج شیٹ (فردِ جرم) مرتب کرلی ہے اور اس میں تیس سے زیادہ الزامات کو شامل کیا گیا ہے اور اس کی ضخامت ۲۰۰ صفحات سے بھی زیادہ ہے۔ مگر جونہی مشرف نے مستعفی ہوکر گوشہ عافیت میں پناہ لی، اس کا ذکر ہی گول کر دیا گیا۔ لوگ منتظر تھے کہ اس کی تفصیلات منظر عام پر لائیں جائیں مگر اسے ایک 'خفیہ دستاویز' کی حیثیت دے کر چھپا دیا گیا اور اُلٹا آصف علی زرداری نے بیان داغ دیا کہ سابق صدر پرویز مشرف کو Indemnity (معافی) دینے کے لئے پارلیمنٹ میں بل لایا جائے گا۔

یقین نہیں آیا کہ یہ وہی آصف علی زرداری ہے جس نے ۲/ ستمبر ۲۰۰۷ء کو بیان دیا تھا کہ ''پرویز مشرف نے امریکہ سے ملنے والی سالانہ امداد سے ہر سال صرف ۲۵ کروڑ ڈالر دہشت گردی کے خلاف جنگ میں استعمال کئے ہیں، باقی ۷۵ کروڑ ڈالر سالانہ خورد برد کئے ہیں، ہم اس کا حساب لیں گے۔'' اگر آصف علی زرداری کا بیان درست ہے تو گذشتہ چھ سالوں میں خورد برد کی جانے والی رقم تین ارب ۷۵ کروڑ ڈالر بنتی ہے، اسے روپوں میں منتقل کریں تو یہ تین کھرب روپے سے زیادہ کی رقم ہوگی۔ جاننا چاہئے کہ اتنی بڑی خورد برد کا الزام لگانے والے صاحب اب خود صدرِ مملکت ہیں اور الزام علیہ سابق صدر ہیں مگر پاکستان میں ابھی تک موجود ہیں؟ کیا یہ محض ایک بے بنیاد الزام تھا؟ اگر ایسا تھا تو کیا یہ مناسب نہ تھا کہ آصف علی زرداری صدارت کا حلف اُٹھانے سے پہلے پرویز مشرف اور قوم سے اس کی معافی مانگتے؟ اگر اس الزام میں ذرّہ برابر بھی صداقت ہے تو پھر یہ معافی کا اعلان کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ کیسا سنگین مذاق ہے جو

اس بدقسمت قوم کے ساتھ کیا گیا ہے۔ایک ایسا شخص جس نے آئین کو دو مرتبہ پامال کیا اور سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ۶۰ جج صاحبان کو معزول کر کے اُنہیں گھروں میں قید کیا، اس کے لئے ابھی سے معافی کی باضابطہ تیاری؟...... بے حد تعجب ہے!!

۷/اگست ۲۰۰۸ء کو میاں نواز شریف اور آصف علی زرداری نے مشترکہ پریس کانفرنس کے ذریعے اعلان کیا کہ صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے مؤاخذے کی تحریک عنقریب پارلیمنٹ میں پیش کی جائے گی، مطلوبہ ارکان کی تعداد میسر ہے اور تحریکِ مؤاخذہ کی بحالی کے فوراً بعد غیر فعال چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری سمیت تمام جج صاحبان کو بحال کر دیا جائے گا۔مگر یہ ایک شاطرانہ چال تھی جو آصف علی زرداری نے چلی۔

۱۸/اگست کی شام پرویز مشرف نے ایوانِ صدر سے جونہی قدم نکالا، تو زرداری نے ایک دفعہ پھر آئینی پیچیدگیوں کی پٹاری کھول دی اور ججوں کی بحالی کے وعدے سے نہ صرف مکر گئے بلکہ نہایت افسوس ناک بیان بھی دے دیا کہ ''معاہدے قرآن و حدیث نہیں ہوتے۔'' میاں نواز شریف صاحب پریس کے سامنے زرداری کے دستخط شدہ معاہدے کی کاپیاں لہراتے رہ گئے۔ وہ صحافیوں کے سوال پر بے حد شرمندہ ہوتے ہوئے محض ایک فلمی گیت کے مصرعہ یعنی ''کیا ہوا تیرا وعدہ'' دہرانے کے علاوہ آخر کر بھی کیا سکتے تھے؟ میاں صاحب نے پریس کانفرنس میں اعتراف کیا کہ ''اب ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں استعمال کیا گیا ہے۔'' موصوف نے صحافیوں کے سامنے یہ بھی انکشاف کیا کہ ''آصف علی زرداری تو اپنے بیڈ روم سے قرآن مجید بھی اُٹھا لائے تھے کہ ہمیں ہر طرح کا اعتماد دلا سکیں۔لیکن میں نے روک دیا کہ سیاسی باتوں میں قرآن اٹھانا درست نہیں۔''

میاں صاحب نے وضاحت کی کہ ''آصف علی زرداری نے اب تک ان سے کئے گئے دس وعدوں سے انحراف کیا ہے، محض تین دفعہ نہیں۔'' کاش کہ میاں صاحب وہ حدیث شریف ذہن میں رکھتے کہ ''مؤمن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔''

معلوم ہوتا ہے کہ ایوانِ صدر میں جلوہ گر ہونے کے لئے آصف علی زرداری نے طویل منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔ وہ مسلسل شاطرانہ سیاست کے پتے کھیلتا رہا جسے اُس کے حواری میڈیا میں 'تدبر' کا نام دے کر گذشتہ چند ماہ میں اس کا تاثر بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہے، نواز شریف صاحب کو بھی اس کی گیم کم ہی سمجھ آئی۔ اس نے ثابت کیا کہ چالبازی، ہوشیاری اور چالاکی میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ سیاست میں مخالف کو فریب دینے کے عمل کو اس نے 'آرٹ'

کے درجے تک پہنچا دیا۔ جج بحال نہ کرنے کے لئے وہ مسلسل حیلے تراشتا رہا اور مسلم لیگ (ن) کو اس وقت تک اپنے دائرے سے باہر نہ نکلنے دیا جب تک کہ مشرف کو نکال کر ایوانِ صدر میں پہنچنے کا راستہ بالکل صاف نہ ہوگیا۔ جب آصف علی زرداری نے جج بحال کرنے کے وعدہ سے انحراف کردیا تو مسلم لیگ (ن) نے حکمران اتحاد سے حتمی علیحدگی کا اعلان کردیا۔ اسی دن آصف علی زرداری نے میڈیا پر آکر میاں صاحب کے فیصلے پر 'افسوس' کا اظہار کیا اور اُنہیں فیصلہ واپس لینے کی 'درخواست' کی۔ زرداری نے خود اپنی اُمیدواری کا اعلان کرنے کی بجائے اپنی پارٹی کے لوگوں کے ذریعے 'مطالبے' کی فریب انگیز مہم چلائی۔

بہت کم لوگوں کو توقع تھی کہ آصف علی زرداری صدارت کے لئے خود اُمیدوار بنیں گے۔ ماضی میں کرپشن کے الزامات کی وجہ سے وہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر کافی بدنام اور متنازعہ فیہ ہو چکے تھے۔ یہی وجہ ہے آصف علی زرداری کے صدارتی امیدوار کے طور پر سامنے آتے ہیں انٹرنیشنل میڈیا میں ہاہا کار مچ گئی۔ ۴رستمبر کی شام جیو ٹی وی پر معروف اینکر پرسن کامران خان نے بتایا کہ بین الاقوامی پریس اور الیکٹرانک میڈیا میں ساڑھے چار ہزار سے زائد مضامین، تبصرے اور خبریں شائع ہوئیں جن میں آصف علی زرداری کی شخصیت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

لندن سے شائع ہونے والے معروف روزنامہ 'فنانشل ٹائمز' نے آصف علی زرداری کی ایک سال پہلے کی میڈیکل رپورٹ کی نقول شائع کیں جن کی رو سے وہ امریکہ کے ذہنی امراض کے ایک معروف ڈاکٹر کے زیر علاج رہے تھے۔ ان کے شدید ڈپریشن اور Demensim (یادداشت کا ختم ہونا) کی بیماری کی وجہ سے ایک سال پہلے برطانیہ کی عدالت سے درخواست کی گئی تھی کہ اُنہیں عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ قرار دے۔ پاکستانی اخبارات نے نیویارک ٹائمز، واشنگٹن ٹائمز، گارڈین، ڈیلی ایکسپریس، ٹائم اور نیوز ویک جیسے عالمی شہرت یافتہ اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین کو دوبارہ شائع کیا۔ الیکٹرانک میڈیا کا شاید ہی کوئی معروف ٹاک شو ہو جس میں ان خبروں کو زیر بحث نہ لایا گیا ہو۔ بین الاقوامی اخبارات نے آصف علی زرداری کے خلاف کرپشن کے مقدمات کی تفصیلات دیں۔ بعض اخبارات نے اُسے جوانی میں 'پلے بوائے' کے طور پر پیش کیا۔

۲۸ راگست کو صدارتی انتخابات کے لئے کاغذات جمع کرانے کی آخری تاریخ تھی۔ ٹھیک ایک دن پہلے سوئٹزرلینڈ کی عدالت نے بیان کیا کہ حکومت پاکستان کے تفتیشی افسر نے آصف علی زرداری

کے خلاف منی لانڈرنگ کا کیس واپس لینے کی درخواست کی ہے جو منظور کرلی گئی ہے اور عدالت ۶۰ ملین ڈالر (تقریباً ساڑھے پانچ ارب روپے) آصف زرداری کے اکاؤنٹ میں واپس کردے گی۔

عمران خان، مشاہد حسین سید جو مسلم لیگ (ق) کے صدارتی اُمیدوار تھے، اور کئی دیگر شخصیات نے بار بار مطالبہ کیا کہ آصف علی زرداری وضاحت کرے کہ یہ ۶۰ ملین ڈالر کہاں سے آئے تھے۔ مشاہد حسین سید نے تو زرداری کو ٹیلیویژن پر باقاعدہ مجادلے اور مباحثے کا بار بار چیلنج دیا مگر اس طرف سے وضاحت نہ آئی۔ البتہ پیپلز پارٹی کے ذمہ داران بار بار آصف زرداری کی بے گناہی کا ڈھونڈورا پیٹتے رہے۔ ۴؍ستمبر کو روزنامہ 'نوائے وقت' میں خبر شائع ہوئی کہ آصف علی زرداری کے اثاثہ جات کی مالیت ۱۶؍ارب ڈالر (۸۰۷ ارب روپے تقریباً) ہے۔ تادمِ تحریر اس خبر کی تردید آئی ہے، نہ مذکورہ اخبار کے خلاف کاروائی کا کوئی نوٹس موصول ہوا ہے۔

جنرل مشرف کے مستعفی ہونے کے بعد بعض حلقوں کو اُمید تھی کہ شاید فاٹا اور سوات کی صورتحال میں بہتری آئے، توقع کی جارہی تھی کہ امریکی ایجنڈے پر عمل درآمد کی رفتار میں کمی آجائے گی مگر بسا آرزو کہ خاک شد۔ جو لوگ ایسا سوچ رہے تھے، اُنہیں یہ دیکھ کر بے حد مایوسی ہوئی کہ وزیرستان، سوات اور باجوڑ میں فوجی آپریشن میں اضافہ ہوگیا۔ ماہِ رمضان شروع ہونے سے تین دن پہلے اعلان کیا گیا کہ احترامِ رمضان میں آپریشن بند کردیے جائیں گے۔ مولانا فضل الرحمن نے بھی ٹیلیویژن پر انٹرویو میں قوم کو یقین دلایا کہ اس بارے میں حکومت سے ان کی بات ہوگئی ہے اور اُنہوں نے اسے آصف زرداری کو ووٹ دینے کے لئے پیشگی شرط بھی قرار دیا۔ مگر بدنصیب قوم کو ان اعلانات اور وعدوں کی اصل حقیقت تب معلوم ہوئی جب باجوڑ میں سیکورٹی فورسز کی شدید بمباری اور تباہی کے بعد چار لاکھ سے زیادہ افراد ہجرت کرکے مردان، مالاکنڈ، چارسدہ، پشاور اور دیگر محفوظ مقامات پر بے خانماں برباد قافلوں کی صورت میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوئے۔

بے گناہ شہریوں پر یہ ظلم تو مشرف کے عہد میں بھی نہیں ہوا تھا۔ مشیر داخلہ رحمن ملک جس کے امریکی ایجنٹ نہ ہونے میں بہت کم لوگوں کو شک ہے، نے ایک تابع فرمان غلام کی طرح اعلان کیا کہ ۱۱۰۰ طالبان کو ہلاک کردیا گیا ہے۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ اس ہولناک گولہ باری میں جان بحق ہونے والے بچوں اور عورتوں کی تعداد کتنی ہے؟ ادھر گذشتہ ہفتے سے شمالی اور جنوبی وزیرستان میں امریکی افواج بلاناغہ بے گناہ شہریوں کو میزائلوں کا نشانہ بنا کر شہید کررہی ہیں۔

اب تو ان کی جارحانہ کارروائیوں نے باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کرلی ہے۔ چند روز سے انگوراڈہ پر رات کی تاریکی میں امریکی ہیلی کاپٹروں سے اتر کر امریکی فوجیوں نے ۲۲ بے گناہ پاکستانی قبائلی عورتوں اور بچوں کو فائرنگ کرکے موت کے گھاٹ اُتار دیا اور پھر بڑے آرام سے واپس چلے گئے۔ ارضِ پاک پر ناپاک قدم رکھنے والے ان ظالموں کو کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ آئے روز کے ان امریکی حملوں نے پاکستان کی حاکمیتِ اعلیٰ کو ایک سوالیہ نشان بنا دیا ہے۔ اخبارات کے تبصروں میں جب یہ پڑھنے کو ملتا ہے کہ نیٹو افواج کو سابق صدر پرویز مشرف کے دور سے خفیہ اجازت ملی ہوئی ہے، تو دل خون کے آنسو رونے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

دھیمے انداز میں مصنوعی احتجاج بھی ہو رہا ہے، مگر اس کے اثرات مرتب نہیں ہو رہے ہیں۔ ایک دن خبر شائع ہوئی کہ پاکستان نے امریکی افواج کے لئے ساز و سامان اور خوراک پہنچانے والے ٹرکوں کو طورخم بارڈر پر روک دیا ہے۔ کس قدر اطمینان ہوا کہ کچھ تو قومی حمیت کا اظہار ہوا ہے۔ مگر افسوس! دوسرے دن مشیر داخلہ نے وضاحت کی کہ اس خبر میں کوئی صداقت نہیں۔ ۱۱ر ستمبر کو جنرل پرویز اشفاق کیانی کا بیان شائع ہوا کہ پاکستان کی سالمیت کا ہر قیمت پر دفاع کیا جائے گا۔

خودکش حملوں کو مشرف کے خلاف ردِّعمل کہا جاتا تھا، مگر موجودہ حکومت نے فاٹا، سوات اور باجوڑ میں جب پرانی پالیسی کو تبدیل نہ کیا اور آپریشن کی شدت میں اضافہ کر دیا تو گزشتہ دنوں بہت ہی خوفناک خودکش حملوں کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا۔ واہ کینٹ، پشاور کے ہسپتال اور کوہاٹ روڈ پر ہونے والے المناک خودکش حملوں میں سینکڑوں بے گناہ مزدور، محنت کش، غریب لوگ شہید ہوگئے۔ فاٹا کے علاقوں میں ہونے والے آپریشنز میں بلاشبہ ظلم ہو رہا ہے مگر اس طرح کے خودکش حملے بھی ظلم اور بدترین فساد کے زمرے میں آتے ہیں۔

ہم نے فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کی طرف سے یہودیوں کے خلاف خودکش حملوں کے متعلق عرب و عجم کے علما کی آرا دیکھی ہیں، مگر پاکستان میں ہونے والے خودکش حملوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسا ظلم کرنے والے طالبانِ شریعت نہیں ہوسکتے بلکہ ظالمانِ بربریت ہیں۔ اس سلسلے میں پوری تحقیق کی ضرورت ہے کہ یہ حملے فاٹا کے مظلوم مسلمانوں کی طرف سے ہو رہے ہیں یا بھارتی 'را' اور دیگر پاکستان دشمن عناصر ان کو استعمال کر رہے ہیں۔

۶ر ستمبر کو صدارتی انتخابات کے جو نتائج سامنے آئے، اس کے بارے میں کوئی تجسس تھا، نہ کسی کو حیرت ہوئی۔ یہ نتیجہ پہلے سے معلوم تھا۔ آصف علی زرداری نے ۴۷۹، مسلم لیگ (ن)

کے امیدوار جسٹس (ر) سعید الزماں صدیقی نے ۱۵۳ اور مسلم لیگ (ق) کے مشاہد حسین نے ۴۳ ووٹ حاصل کئے۔ ۸ ستمبر کو تقریب حلف وفاداری ہوئی۔اس تقریب میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جو ابھی چند ہفتے پہلے طالبان کے تعاقب میں پاکستان حدود میں افغان فوجی بھیجنے کی دھمکی دیتا رہا تھا۔افغانستان سے آئے ہوئے اس جبہ پوش مسخرے اور امریکہ کے وفادار غلام کی موجودگی سے آصف علی زرداری نے بحیثیت ِصدر پاکستان جو تاثر دینا چاہا، اسے قاضی حسین احمد نے بجا طور پر امریکہ کو 'پہلا سلیوٹ' قرار دیا۔ حامد کرزئی کے ساتھ آصف علی زرداری کی 'پریس کانفرنس' کے خلاف ہمارے میڈیا نے کافی ناگواری کا اظہار کیا ہے، حتیٰ کہ روزنامہ 'جنگ' بھی اپنے تحفظات پیش کئے بغیر نہ رہ سکا۔

بات بہت طویل ہوگئی ہے مگر پھر بھی چند تاثرات کا بیان ضروری ہے۔ بہت سے لوگ توقع کررہے تھے کہ آصف علی زرداری منصب ِصدارت پر پہنچنے کے بعد این آر او کے بارے میں عدمِ تحفظ سے باہر آجائیں گے اور چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری سمیت تمام جج صاحبان کو بحال کرکے 'نیک نامی' کمائیں گے، مگر ایسا نہ ہوا، کیوں؟ حقیقت یہ ہے کہ جب تک امریکہ سے منظوری نہیں آئے گی، چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری صاحب بحال نہیں کئے جائیں گے۔اس 'منظوری' کے آنے کا فی الحال کوئی امکان نہیں، کیونکہ پرویز مشرف نے امریکہ کو یقین دلایا تھا کہ جسٹس افتخار محمد چوہدری نے ان غائب شدہ سینکڑوں افراد کی بازیابی اور عدالت میں پیش کرنے کے احکامات صادر کئے تھے جو 'دہشت گردی' میں ملوث ہیں۔جن 'مقتدر قوتوں' نے ان افراد کو غائب کیا، ان کی ناراضگی کا کوئی بھی سیاستدان خواہ وہ صدر کیوں نہ بن جائے، متحمل نہیں ہوسکتا۔ابھی چند دن پہلے وزیر قانون نے بیان دیا تھا کہ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری اگر بحال بھی ہوئے تو پہلے صرف جج کے طور پر حلف اٹھائیں گے، ان کے چیف جسٹس ہونے کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس غیر منطقی اور لغو بیان کی ضرورت کیا تھی؟ آخر یہ لوگ افتخار محمد چوہدری کو چیف جسٹس کے طور پر بحال کیوں نہیں کرنا چاہتے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ایسا چیف جسٹس کبھی نہیں چاہیں گے جس سے اُنہیں ہمیشہ خدشہ لاحق رہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق بنچ تشکیل دے گا۔

آصف علی زرداری نے کچھ عرصہ پہلے دینی مدارس پر پابندیوں کے متعلق جو بیان دیا تھا وہ ان کی سیکولر سوچ کا عکاس ہے۔ جون ۲۰۰۸ء میں موصوف کو 'سوشلسٹ انٹرنیشنل' کا نائب صدر

بھی منتخب کیا گیا۔ ان کے صدر بننے کے بعد پاکستان کی سیاست میں اشتراکی الحاد پسندوں کے اثر ورسوخ بڑھنے کے امکانات بھی ہیں۔ ان کے دور میں مشرف کی سیکولرائزیشن کی پالیسی کے تسلسل کا احتمال بھی ہے۔ ان حالات میں دین پسندوں کو ناساز گار حالات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے جس کی تیاری ابھی سے ہونی چاہئے۔ دیکھنا ہے کہ فوجی آمریت کے بعد سیکولر جمہوریت کے پاکستان کی معاشرت وسیاست پر کیا اثرات پڑتے ہیں؟

دورِ حاضر میں حکومتِ الٰہیہ (خلافت) تو ایک خواب اور نا تمام آدرش ہے ہی، یہ سلطانیٔ جمہور (جمہوریت) بھی ایک خواب سے کم نہیں ہے۔ اس ملک میں اسلام کے نام پر عوام کے استحصال کی باتیں تو بہت کی جاتی ہیں، مگر جمہوریت کے نام پر خاندانی بادشاہت کے قیام اور عوام کے بدترین استحصال کی بات کرنے کا حوصلہ کسے ہے؟

۷ستمبر کے اخبارات اُٹھا لیجئے اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ایک شخص جس کے بارے میں کل تک کیا کیا باتیں شائع نہیں ہوئی تھیں، آج ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور قوم کا عظیم مسیحا بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ خدا کرے کہ وہ اپنے آپ کو ایسا ثابت کرسکے، مگر مرغِ بادنما جیسی صحافت کے علمبردار سب کچھ پہلے ہی ثابت کررہے ہیں۔

آج (۲۵ستمبر کو) جب اس مضمون کی اختتامی سطور تحریر کی جارہی ہیں، حالات میں بہتری کی بجائے مزید خرابی میں تیزی آئی ہے۔ ۲۰/ستمبر کو اسلام آباد کے میریٹ ہوٹل میں پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا دھماکہ ہوا۔ بتایا جارہا ہے کہ ایک ہزار کلو گرام بارود سے بھرا ٹرک افطاری کے کچھ دیر بعد سیکورٹی کے تمام 'ریڈ الرٹس' کو توڑتے ہوئے ہوٹل کے گیٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس خوفناک دھماکے نے اسلام آباد شہر کو لرزا کے رکھ دیا۔ اس میں ۵۳/افراد جاں بحق ہونے کے علاوہ اڑھائی سو سے زائد لوگ زخمی ہوئے۔ اس دھماکے سے کوئی تین گھنٹے پہلے صدر آصف زرداری نے پارلیمنٹ کے مشترکہ ایوان سے خطاب کیا تھا۔ مشیر داخلہ نے ایک دفعہ پھر ذاتی تشہیر کے لیے بیان دیا کہ اس شام سپیکر قومی اسمبلی کی طرف سے صدر، وزیر اعظم اور ارکانِ پارلیمنٹ کے اعزاز میں میریٹ ہوٹل میں افطار ڈنر کا اہتمام ہونا تھا جو دہشت گردی کی اطلاع پانے کے بعد وزیر اعظم ہاؤس میں منتقل کردیا گیا۔ اس بیان کو میڈیا میں سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور کئی سوالات اُٹھائے جارہے ہیں۔ ادھر سپیکر اسمبلی کی طرف سے بیان آیا کہ ایسا کوئی پروگرام نہ تھا۔ ۲۵/ستمبر کے 'نوائے وقت' کی شہ سرخی ہے کہ وفاقی کابینہ نے انٹیلی جنس ایجنسیوں کی ناکامی پر

سخت برہمی کا اظہار کیا ہے اور یہ بھی بیان دیا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ جاری رہے گی۔

گذشتہ دنوں آرمی چیف جنرل پرویز اشفاق کیانی کی طرف سے پہلی مرتبہ قدرے جرأت مندانہ بیان دیا گیا کہ بیرونی افواج کو پاکستان کی سرحدوں کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ افواجِ پاکستان کے ترجمان نے بھی بیان دیا کہ پاکستان کی حدود میں داخل ہونے والے جہازوں کو نشانہ بنانے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ محبِ وطن حلقوں کی طرف سے خیال ظاہر کیا گیا کہ ایسا بیان صدر آصف زرداری یا وزیراعظم کی طرف سے آنا چاہیے تھا۔ بعد میں وزیراعظم نے اگرچہ بیان دیا کہ حکومت اور فوج کی پالیسی ایک ہے، مگر اس کا وہ تاثر قائم نہ ہوسکا۔ وزیر اعظم نے تو یہ بیان دے کر قوم کے حوصلوں پر پانی پھیر دیا کہ ہم امریکہ کے ساتھ نہیں لڑ سکتے۔

۹ر ستمبر کو صدارتی حلف لینے کے فوراً بعد صدر آصف زرداری نے بیان دیا کہ وہ اپنا پہلا دورہ چین کا کریں گے مگر اس کے دو تین دن بعد ہی وہ برطانیہ چلے گئے، وہاں برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن سے ملاقات کی اور امریکی حملوں کے خلاف ان کی حمایت لینے کی کاوش کی جس میں اُنہیں کامیابی نہیں ملی۔ ۲۳ر ستمبر کو اُنہوں نے نیویارک میں امریکی صدر جارج بش سے غیر رسمی ملاقات کی۔ اس ملاقات میں اُنہوں نے امریکی صدر سے پاکستان کی خودمختاری کے احترام کی دوبارہ درخواست کی۔ صدر بش کا بیان آیا کہ امریکہ پاکستان کی خودمختاری کا خیال رکھے گا، مگر اس 'خیال' کی عملی تعبیر کے طور پر اسی دن امریکی طیاروں نے ایک مرتبہ پھر پاکستان کی حدود میں پروازیں کیں اور میزائل برسائے۔ امریکیوں کی نفسیات عالمی غنڈہ گردوں کی نفسیات ہے، وہ نہ تو اقوامِ متحدہ کے کسی قانون کو اہمیت دیتے ہیں اور نہ ہی کسی ملک کی خودمختاری کی اُنہیں پرواہ ہے۔ گذشتہ دنوں جس وقت امریکی افواج کا چیف ایڈمرل مائیکل مولن اسلام آباد میں وزیراعظم یوسف رضا گیلانی سے ملاقات کررہا تھا، عین اسی وقت میڈیا پر اطلاع دی جارہی تھی کہ امریکی جہازوں نے وزیرستان میں بمباری کرکے ۲۰ سے زیادہ معصوم عورتوں اور بچوں کو شہید کردیا ہے۔

آج یعنی ۲۵ر ستمبر کے اخبارات میں امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس سے ایک دفعہ پھر متنبہ کیا ہے کہ ''پاکستان پر لازم ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں نئی امریکی پالیسی کا ساتھ دے۔'' اِدھر نیویارک میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے افغان صدر کرزئی نے بیان دیا ہے کہ پاکستانی قبائلی علاقوں میں مقیم انتہا پسند، افغانستان کو غیر مستحکم کررہے

ہیں، دہشت گردی کے خلاف جنگ ان کے ٹھکانوں تک پھیلائی جائے۔''

◉ حالات بے حد پریشان کن ہیں۔ پاکستانی عوام توقع کررہے تھے کہ جنرل مشرف کے جانے کے بعد امریکہ سے تعاون کی پالیسی پر نظر ثانی کی جائے گی، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نئی حکومت نے اس تعاون کو مزید بڑھانے کی ہی یقین دہانی کرائی ہے۔ باجوڑ میں شروع کیا جانے والا افسوس ناک آپریشن ابھی تک جاری ہے۔ وہاں کے لاکھوں بے گھر افراد نے ماہِ رمضان مہاجرت کے مصائب سے گذرتے ہوئے گذارا ہے۔ ابھی تک لوگ نقل مکانی کررہے ہیں۔ سوات میں بھی حالات خراب ہیں۔ بار بار معاہدے کے اعلان کے باوجود نہ آپریشن ختم کیا گیا، نہ نام نہاد طالبان کی طرف سے خودکش حملوں کا سلسلہ بند کیا گیا ہے۔ یہ ایک برائی کا چکر ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا۔

◉ وزیراعظم گیلانی صاحب فرماتے ہیں کہ پاکستان امریکہ سے نہیں لڑسکتا۔ ہمارا خیال ہے کہ امریکیوں سے جنگ لڑنے کی شاید ضرورت ہی پیش نہ آئے، اگر پاکستان صرف دو باتوں کا اعلان کردے۔ اوّل یہ کہ امریکہ کو اب تک دی جانے والی لاجسٹک سپورٹ واپس لے لی جائے۔ اس اعلان کے بعد کراچی سے انڈس ہائی وے سے گذر کر افغانستان جانے والے روزانہ چار سو سے زیادہ ٹرک روک لیے جائیں تو پھر امریکی افواج سخت مشکلات سے درپیش ہوں گی کیونکہ ان کے پاس فی الحال کوئی متبادل انتظام نہیں ہے۔ ثانیاً، حکومتِ پاکستان یہ اعلان کردے کہ قبائلی علاقوں میں تعینات پاکستانی فوج کے ایک لاکھ ۲۰ ہزار جوان واپس بلائے جائیں گے۔ ۲۵ ستمبر کے اخبار میں امریکی فوج کے جنرل جیمز کارٹ کا بیان شائع ہوا ہے جو اس نے امریکی سینٹ کمیٹی کو بریفنگ دیتے ہوئے دیا ''پاکستان کی لاجسٹک سپورٹ کے بغیر افغانستان میں موجودگی ایک چیلنج ہوگی۔'' مزید یہ کہ ''امریکہ نے افغانستان میں فوج کو سپلائی کے لیے متبادل روٹ کی تلاش شروع کردی۔'' (روزنامہ 'نوائے وقت' لاہور)

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ اس امکان کے تصور ہی سے وحشت زدہ ہوگیا ہے کہ پاکستان اس کی افواج کو سپلائی بند کرنے کی سہولت واپس لے سکتا ہے۔ برطانوی وزیر انصاف جیک سٹرا چند روز پہلے پاکستان کے دورہ پر آئے تھے، ان کا یہ بیان بھی توجہ طلب ہے

''پاکستان اتحادی ممالک کی مجبوری تو ہوسکتا ہے، اتحادی ممالک پاکستان کی مجبوری نہیں۔ اگر آج پاکستان ان احباب کو ہر قسم کی امداد فراہم کرنے سے صاف انکار بھی کردے تو آپ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔'' (نوائے وقت)

◉ اس وقت پاکستان کو ایک این آر او صدر کی بجائے ایک جرأت مند حکمران کی ضرورت ہے جو امریکیوں کی ان کمزوریوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مملکتِ پاکستان کی خودمختاری اور پاکستانی عوام کی عزتِ نفس کا تحفظ کرسکے۔ہمیں آج ایسے حکمرانوں کی ضرورت ہے جو امریکہ کے متعلق خوف کی نفسیات سے باہر نکل کر غیرت وحمیت کے جذبات سے سرشار ہوکر وطن عزیز کی پالیسیاں مرتب کریں۔ہم جب تک امریکہ کی غلامی سے نجات حاصل نہیں کریں گے اقوامِ عالم میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں ہوسکیں گے۔ یہ پاکستانی قوم کی بدقسمتی ہے کہ ہر آنے والا حکمران اسے امریکی غلامی میں مزید پختہ کرنے کی تدبیریں کرنا شروع ہوجاتا ہے تاکہ اس کا شخصی اقتدار قائم رکھا جاسکے۔خوش آئند پہلو یہ ہے کہ قوم اس خوئے غلامی سے بیزار نظر آتی ہے۔

◉ وائے افسوس! شبِ دیجور کے چھٹنے کے بعد سپیدۂ سحر طلوع نہ ہوا۔جو لوگ پرویز مشرف کے منظر سے غائب ہونے کو 'زہق الباطل' قرار دے کر بلیوں اچھل رہے تھے، وہ آصف علی زرداری کے منصبِ صدارت پر فائز ہونے کو 'جاء الباطل' سمجھتے اور اندیشہ ہائے دور و دراز میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں۔ باطل کے جانے کے بعد 'جاء الحق' کا مژدۂ جانفزا ان کے لئے اب ایک حیرتِ ناتمام کے سوا کچھ نہیں۔ وہ سوچ سوچ کر اعصابی اختلال کا شکار ہورہے ہیں کہ یا خدا! یہ کوئی سکینڈے نیویا کا ملک ہے جہاں کی شبِ تاریک نہایت طویل ہوگئی ہے؟ وہاں بس یہ ہوتا ہے کہ ہر بارہ گھنٹے کے بعد گھٹا ٹوپ اندھیرے کی جگہ ملگجی اندھیرے لے لیتے ہیں، سورج طلوع نہیں ہوتا، دن کا اُجالا دیکھنے کو نہیں ملتا...... یہ کوئی اندھیروں کے نہ ختم ہونے والا پھیر ہے؟ سکینڈے نیویا کے لوگ تو پھر بھی خوش نصیب ہیں کہ چھ ماہ کے بعد وہاں دن 'طلوع' ہوجاتا ہے؛ مگر اہل پاکستان؟......۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی صبح دل پذیر کو 'آفتابِ حق' کا ظہور سمجھ کر بیدار ہوئے تھے۔ اُنہیں یقین تھا کہ زهق الباطل ہوگیا اور جاء الحق کی نوید پوری ہوئی۔ مگر وائے حسرت! کہ رہبروں کے بعد رہزنوں نے اُجالوں کے چمن کو لوٹ لیا۔شاید ان کے مقدر کا اَبر کرم پھر برسے اور وہ نورِ حق کے سیلاب میں ان تاریک حسرتوں کی بارآوری کا سامان پھر سے کرسکیں۔ہم مسلمان ہیں، جاء الحق کی اُمید کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔ آج نہیں......تو کل نورِ حق کا ظہور ضرور ہوگا۔ان شاء اللہ!

شاید پاسباں مل جائیں کعبے کو صنم خانے سے......شاید!! **(محمد عطاء اللہ صدیقی)**